

ہوئی کورات بھرنید نہیں آئی۔ نیم کے پیڑتے اپنی بالس کی
 چار پانی پر پڑا بار بار تاروں کی طرف دیکھتا تھا۔ گائے کے لئے ایک نام
 گاڑنی ہے اُس کی نام بیلوں سے الگ رہے تو اچھا ہوا جی تو رات کو باہر
 ہی رہے گی۔ لیکن چو ما میں اُس کے لئے کوئی دوسرا جگہ ٹھیک کرنا
 ہوگی۔ باہر لوگ نظر گا دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ٹونٹوں کا کر دیتے ہیں
 کہ گائے کا دودھ ہی سوکھ جاتا ہے۔ لفڑی میں اتھے ہی نہیں لگانے دیتی، لات
 مارنی ہے۔ نہیں، باہر باندھنا ٹھیک نہیں اور باہر نامہ ہی کون گاڑنے
 دے گا؟ کارندہ صاحب بخیر (نذر) کے لئے منہ پھیلائیں گے، چھوٹی
 چھوٹی ڈالوں کے لئے صاحب کے پاس پھریا (فریاد) لے کر جانا
 تو ٹھیک نہیں اور کارندے آگے میری ستاہی کون ہے؟ ان
 سے کچھ کہوں تو کارندہ بیری بن جائے، پانی میں رہ گر کر سے بیر
 گرنا نادانی ہے۔ اندر ہی باندھوں گا۔ آنگن ہے تو کچھ ٹوپر ایک
 جھونپڑی ڈال لینے سے کام حل جائے گا۔ ابھی پہلا ہی بیانا ہے۔
 پانچ سیر سے کم دودھ نہ دے گی۔ سیر بخیر تو گوگر ہی کو چاہئے۔ روپیا
 دودھ دیکھ کر بیسی لمحاتی رہتی ہے، اب پنے جتنا چاہے! ابھی کبھی دوپھار سیر
 مالکوں کو بھی دے آیا کروں گا۔ کارندہ صاحب کی پوچا بھی کرنی ہی
 ہوگی اور بخولہ کے روپے بھی دے دینا چاہئے۔ سگانی کے ڈھکو سلے
 میں اُسے کیوں ڈالوں؟ جو آدمی اپنے اوپر اتنا بسواں کرے اُسے

دھوکا دینا نیچوں کا کام ہے۔ اسی روپئے کی گاتے میرے بسوں پرست
 دی ہے، نہیں یہاں تو ایک پیسے کو نہیں پتیا۔ سن میں کیا کچھ ملے گا؟
 اگر پیسے روپئے بھی دے دوں تو بھول لگوڑھارس ہو جائے۔ دھنیاتے
 ناھک (ناحق) بتلا دیا، چکے سے گاتے لا کر باندھ دیتا تو چکرا جاتی۔ لگتی
 پوچھنے کر کس کی گائے ہے۔ کہاں سے لاتے ہو؟ کھوب (خوب) دک
 (دق) کر کے بتاتا، پر جب پیٹ میں بات پچے بھی۔ کبھی دو حار پیسے آجائے
 ہیں انھیں بھی تو نہیں چھپا سکتا اور یہ اچھا بھی ہے۔ اسے گھر کی چننا رہتی
 ہے اگر اسے معلم موجاۓ کہ ان کے پاس بھی پیسے رہتے ہیں تو پھر انھرے
 (نھرے)، بھوار نے لے۔ کوئی برچھے اُسی ہے، نہیں تو گتوکی ایسی سیوا کرتا جیسی
 چاہئے۔ اُسی والی کچھ نہیں ہے، اس عمر میں کون اسی نہیں ہوتا؟ میں
 بھی دادا کے سامنے نظر شستی کیا کرتا تھا، بیچارے پہر رات سے کز بنی
 کائنے لگتے، کبھی دوارے پر جھاڑوں لگاتے، کبھی طہیت میں کھادڑا لاتے،
 میں پڑا سوتا رہتا، کبھی جگا دیتے تو میں بگڑا جاتا اور گھر چھوڑ کر بھاگ جانے
 کی وہمی دیتا۔ لڑکے جب اپنے ماں باپ کے سامنے بھی جندگی (زندگی)
 کا لھوڑا سا سکھا نہ پائیں گے تو پھر جب سر پڑگئی تو کیا پائیں گے؟ دادل کے
 مرتے ہی کیا میں نے گھر نہیں سنبھال لیا؟ سارا گاؤں یہی کہتا تھا کہ موری
 گھر بگاڑا دے گا۔ میں سر پر بجھ پڑتے ہی میں نے ایسا چولا بدلا کر لوگ دیکھتے
 رہ گئے۔ سوچتا اور ہیرا الگ ہی ہو گئے نہیں آج اس گھر کی اور بات
 ہوئی۔ تین ہل ایک ساتھ چلتے تھے، اب تینوں الگ الگ چلتے ہیں
 سرب سے کا پھر ہے، دھنیا کا کیا دوکھ تھا؟ بیچاری جب سے
 گھر میں آئی کبھی تو چین سے نہ بیختی، ڈولی سے اترتے ہی سارا کام

سر پر اٹھا لیا۔ اماں کو پان کی طرح پھیرتی رہتی ہے، جس نے گھر کے پچھے اپنے کو مٹا دیا وہ اگر دیور انیسوں سے کام کرنے کو کہتی تھی تو کیا برا کرتی تھی؟ آخر اسے بھی تو کچھ آرام لمنا چاہتے، پر بھاگ میں آرام لکھا ہوتا تب تو ملتا۔ تب دیوروں کے لئے مرتب تھی اب اپنے بچوں کے لئے مرتب ہے وہ اتنی سیدھی، لمکھور (غمخوار) بے چھل کپڑتی نہ ہوتی تو آج سو بھا اور ہیرا جو مو بچوں پر تاؤ دیتے پھرتے ہیں، کہیں بھیک مانگتے ہوتے۔ آدمی کتنا مطلبی ہوتا ہے! جس کے لئے مردہ ہی بیری بن جاتا ہے۔ ہوری نے بھر لورب کی طرف دیکھا۔ سایت (شاید) سبیرا (سویرا) ہورہا ہے گو۔ بر کا ہے کو جانے لگا؟ نہیں، کہہ کے تو یہی سویا تھا کہ میں منہ اندر ہیرے ہی چلا جاؤں گا۔ جا کر ناند تو گاڑھی دوں، پر نہیں، جب تک گائے نہ آجائے ناند گاڑنا بھیک نہیں۔ کہیں بھولا بدلتے یا اور کسی کا من سے گائے نہ دی تو سارا گاؤں ہنسے گا کر حلے تھے گائے لینے؟ پتھنے نے اتنی پھرتی سے ناند گاڑ دی جیسے اسی کی کسرتھی! بھولا ہے تو اپنے گھر کا مالک پر جب لڑکے سیانے ہو گئے تو باپ کی کہاں چلتی ہے؟ کامتا اور جنگی اکڑ جائیں تو کیا بھولا اپنے من سے گائے دے دیں گے؟ بھی نہیں۔

یکاں کو ترچونک کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا بولا "ارے یہ تو بھور ہو گیا۔ تم نے ناند گاڑ دی دادا؟"

ہوری گو۔ بر کے گھٹے ہوتے بدن اور چڑے سننے کی طرف غور سے دیکھ کر اور دل میں یہ سوچتے ہوتے کہ اگر اسے کہیں دو دھمکی ملتا تو کیا پٹھا ہو جاتا، بولا۔ نہیں بھی نہیں گاڑی، سوچا کہ کہیں نہ ملے تو ناھک (ناحق) بحمدہ ہو۔

گوئے نے تیوری چڑھا کر ملے گی کیوں نہیں؟ ”

ان کے من میں کوئی چور بیٹھ جاتے تو؟ ”

چور بیٹھے یادا کو گاتے تو اُنھیں دینی ہی پڑے گی؟ ”

گوئے نے اور کچھ نہ کہا، لاملاٹی کندھے پر رٹھی اور چل دیا۔ ہوئی اُسے جاتا ہوا دیکھ کر اپنا لیکھ ٹھنڈا کرتا رہا۔ اب لڑکے کی سرگانی میں دیر نہ کرنی چاہئے۔ سترھواں سال لگ گیا۔ پر کریں کیسے؟ کہیں پیسے کے بھی درسن ہوں۔ جب سے تینوں بھائیوں میں انکا واہ ہو گیا۔ ہرگز ساٹھ جاتی رہی۔ مہتر لڑکا دیکھنے آتے ہیں پر ہرگز کی وسا دیکھ کر منہ پھیکا کر کے چلے جاتے ہیں۔ دو ایک راجی (راہتی) بھی ہوتے تو روپے مانگتے ہیں۔ دو تین سو لڑکی کا دام چکائے اور اتنا ہی اوپر سے کھرج (خرچ) کرے۔ تب جا کر بیاہ ہو۔ کہاں سے آؤں اتنے روپے؟ اس کھلیان میں تُن جاتی ہے، بھانے پھر کو بھی نہیں بچتا بیاہ کہاں سے ہو؟ اور اب تو سونا بیاہنے لائیک (لائٹ) ہو گئی لڑکے کا بیاہ نہ ہوا نہ ہے۔ لڑکی کا بیاہ نہ ہوا تو ساری برادری میں مہنسی ہو گی۔ پہلے تو اسی کی سرگانی کرنی ہے پھیپھیجاہے گا۔

ایک آدمی نے رام رام کہا اور لپچھا۔ تھاری کوٹھی میں کچھ بالش ہوں گے مہتوہ؟ ہوئی نے دیکھا دمڑی بالس والا سامنے گھٹرا ہے۔ ناما، کالا، خوب موڑا۔ چور اُمنہ، بڑی بڑی مونپھیں، مسرخ مسرخ انکھیں، کمریں بالس کاٹنے کی کٹار کھوئنے ہوتے۔ سال میں ایک دو بار اکرچھیں، کرسیاں، مونڈھے، لٹکریاں وغیرہ بنانے کے لئے کچھ بالس کاٹ لے جاتا تھا۔

ہوئی خوش ہو گیا۔ مٹھی گرم ہرنے کی کچھ اس بندھی۔ چودھری کو

لے جا کر اپنی تینوں کو ٹھیکان دکھائیں، مول بھاؤ گیا، اور کچپی روپتے سینکڑے میں پچاس بانوں کا بیوانے لیا۔ پھر دونوں لوٹے۔ ہوڑی نے اُسے چلم پلانی، ناشستہ کرایا اور تب رمز کے لیجھ میں بولا: "میرے بالنی کہیں تیس روپتے سے کم میں ہنسی جاتے۔ مگر تم گھر کے آدمی ہو، تم سے کیا بھاؤ تو کرتا؟ تھمارا وہ لڑکا جس کی سکانی ہوئی تھی، ابھی پر دلیس سے لوٹا کہ ہنسی ہے؟"

چودھری نے چلم کا دم لگا کر کھانے ہوئے کہا۔ اس لونڈے کے بیچے توم مٹا ہے تو۔ جوان عورت گھر میں بیٹھی تھی اور وہ برا دری کی ایک دوسری عورت کے ساتھ پر دلیں میں موقع کرنے چل دیا۔ ہبوبی دوسرے کے سامنے نکل گئی۔ بڑی بڑی جات (ذات) ہے ہے ہے تو، کسی کی ہنسی ہوتی۔ کتنا سمجھایا کہ تو جو چاہے کھا، میری ناک نکلا، پر کون سنتا ہے؟ عورت کو بھگلوان سب کچھ دے ماڑوپ زدے، ہنسی وہ کابو (قابو) میں ہنسی رہتی۔ کو ٹھیکان تو بنت گئی ہوں گی؟

ہوڑی نے آسان کی طرف دیکھا اور گویا اس کی دیسخ فنا میں اڑتا ہوا بولا: "سب کچھ بنت گیا، چودھری! جن کو لڑکوں کی طرح پالا پوسا وہ اب برابر کے حصتے دار ہیں۔ مگر بھائی کا حصہ کھانے کی نیت ہنسی ہے۔ ادھر تم سے روپتے میں گے ادھر دونوں بھائیوں کو باشت دوں گا۔ چاروں کی جنگلگانی (زندگانی) میں کیوں کسی سے چل کپٹ کروں؟ میں کہہ دوں کہ میں روپتے سینکڑے میں بیچے ہیں تو انہیں کیا پتہ چلے گا؟ تم ان سے کہنے تھوڑے ہی جاؤ گے؟ تھیں تو میں نے برابرا پتا بھائی سمجھا ہے؟"

بڑتاو میں ہم بھائی کے معنی کا کتنا ہی بے جا استعمال کریں لیکن اس کے تصور میں جو پاکیزگی ہے وہ ہماری سیاہ دلی سے کبھی آلو دہ نہیں ہو سکتی۔

ہوری نے درپرداز یہ تجویز پیش کر کے چودھری کے منڈل کی طرف دیکھا کہ وہ منظور کرتا ہے یا نہیں۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسا چھوٹا عاجز اور انداز تھا جو بھیک مانگتے وقت موٹے بھکاریوں کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ چودھری نے ہوری کا آسن پا کر چاہک جایا: ہمارا مقغارا پرانا بھائی چارہ ہے مہتو، ایسی بات ہے بھلا۔ پر بات یہ ہے کہ آدمی ایمان بھیتا ہے تو کسی لاپچ سے۔ میں روپتے نہیں میں پندرہ کہدوں گا مگر جو میں روپتے دام لو تو۔

ہوری نے کھیا کر کہا: تم تو چودھری اندر ہیر کرتے ہو، میں روپتے میں کہیں ایسے باش ملتے ہیں؟

”ایسے کیا، اس سے اپنے باش آتے ہیں دس روپتے میں، ہاں دس کوس اور چھمیں پلے جاؤ۔ دام باش کا نہیں ہے، سہر (شہر) کے پاس ہونے کا ہے۔ آدمی سوچتا ہے کہ جتنی دیر وہاں جانے میں لگے گی اتنی ہی دیر میں تو دوچار روپتے کا کام ہو جائے گا۔“
سودا پٹ ٹیکا۔ چودھری نے مرضانی آثار کر چکر پر رکھ دی اور باش کا شنے لگا۔

ایکھ کی سنجائی ہو رہی تھی۔ ہتر اگی عورت کیلوالے کرکنوں میں پر جا رہی تھی چودھری کو باش کا شنے دیکھ کر گھونگھٹ کے اندر سے بولی ”کون باش کا ٹتابے یہاں؟ باش نہ کیشیں گے؟“

چودھری نے ہاتھ روک کر کہا "بانس مول لئے ہیں، پندرہ روپتے سینکڑے کا بیانہ ہوا ہے، سینت میں نہیں کاش رہے ہیں" ॥

یہ عورت اپنے نگہ کی مالک تھیں اسی کی جیسا احتہت ہے، ہمارے ہاں یہ عورت ہوئی تھی۔ وہیا کوشکت دے کر شیر ہو گئی تھی۔ ہیرا بھی کبھی اسی کی مرمت کر دیتا تھا۔ ابھی حال میں اتنا مارتا تھا کہ وہ کئی دن تک کھاٹ سو زانہ کی تھی۔ لیکن وہ اپنے اختیارات سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھی۔ ہیرا غافلہ میں اسے مارتا تھا مگر چلتا تھا اسی کے اشاروں پر اس گنوزے کی طرح جو کبھی بھی مالک کولات مار کر بھی اسی کی سواری میں چلتا ہے۔

کلیو اکی ٹوکری سر سے اتار کر بولی "پندرہ روپتے میں ہمارے بانس نہ جائیں گے" ॥

چودھری عورت ذات سے اس بارے میں بات چیت کرنا خلاف مصلحت بخشتے رہتے، یوں لے: جہا کہ اپنے آدمی کو یعنی دے جو کچھ کہنا ہو اکر کہیں" ॥

عورت بام نام پُنی تھا۔ پچے دو ہی ہوتے تھے لیکن بدن دھل گیا تھا۔ بناؤ سنگار کے ذریعہ وقت کے ہاتھوں ہونے والی بربادی مگر گرتی میں کھانے ہی کا شکانا نہ تھا، سنگار کے لئے یہی کہاں آتے اس مغلی اور مجبوری نے اس کی نظرت کی تری کو جذب کر کے اسے سخت اور خشک بنا دیا تھا جس پر ایک مرتبہ تو پچاڑا بھی پڑ کر اچٹ جاتا۔

وہ قریب ہا کر چودھری کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

آدمی تو کیوں یعنی دوں؟ جو کچھ کہنلے ہے مجھ سے کہونا! میں نے کہہ دیا کہ

میرے بانش نہ کئیں گے ”

چودھری ہاتھ پھرڑا تھا اور پُنی بار بار پکڑ لیتی تھی۔ ایک منٹ تک یہی
ہاتھا پائی ہوتی رہی، آئندہ چودھری نے اسے زور سے دھکیل دیا۔ پُنی دھکا
کھا کر گزیری مگر پھر سبھلی اور پادل سے تی نکال کر چودھری کے سر، منہ، مچھی،
پراندھا و حصہ جمانے لگی۔ بانش والا ہو کر اسے دھکیل دے۔ اس کی یہ سبزی
مارتی جاتی تھی۔ چودھری اسے دھکارے گر عورت سے طاقت آزمائی کر کے
ٹھیس کھا چکا تھا۔ بس کھڑے کھڑے ارکھائی کے سوا اس مصیبت سے
بچنے کا اس کے پاس اور کوئی علاج نہ تھا۔ پُنی کارونا سن کر ہوئی بھی
دوڑا ہوا آیا۔ پُنی نے اسے دیکھ کر اور زور سے چلانا شروع کیا۔ ہوئی
نے سمجھا کہ چودھری نے پینا کو ما را ہے۔ خون نے جوش مارا اور وہ الگائے
کے ادپنے بند کو توڑتا ہوا سب کچھ اپنے اندر سمیٹ لینے کے لئے باہر ابل
پڑا۔ چودھری کو زور سے ایک لات جما کر بولا: اب اپنا بھلا
چاہتے ہو تو چودھری، یہاں سے چلے جاؤ، نہیں تھاری لہاس (لاؤ)
آئنے گی۔ تم نے اپنے کو سمجھا کیا ہے؟ تھاری اتنی مجال کہ میری بھوپر
ہاتھ اٹھاؤا! ”

چودھری قیسیں کھا کھا کر اپنی صفائی دینے لگا تیلوں کی چوٹ میں اس کا
گنہ گاہ دل خاموش تھا۔ یہ لات اُسے باقصویری اور اس کے پھوٹے ہوئے
گال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اس نے تو بھوک جھوکا بھی نہیں کیا وہ اتنا
گزارہے کہ وہ مہتو کے گھر کی عورت پر ہاتھ اٹھائے گا؟
ہوئی نے بے اعتباری سے کہا۔ آنکھوں میں دھول مت جونکو
تم نے کچھ کہا نہیں تو بھوک جھوٹ موٹ روٹی ہے؟ روپے کی گرمی ہے

وہ نکال دی جاتے گی۔ الگ میں تو کیا ہوا، ہے تو ایک سکون (خون) کوئی ترجیحی آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال لیں ॥
متنی چندی بنی ہوئی تھی، گلاب چھاڑ کر بولی ”تو نے مجھے دھکا دے کر
گراہیں دیا ہے کھا جا اپنے بیٹے کی سونگد!“

ہیرا کو بھی خبری کہ چودھری اور پیا میں جنگ ہو رہی ہے۔ چودھری
نے پینا کو دھکا دیا، پینا نے اسے تیلوں سے پیٹا۔ اس نے پروہیں چھوڑا
اور اونگی (بیلوں کا چاپک) لئے واردات کے موقع کی طرف چلا۔ وہ گاؤں
میں اپنے غصے کے لئے مشہور تھا۔ چھوٹا ناد، گھٹا ہوا بدن، آنکھیں کوڑی کی
طرح بھل آئی تھیں اور گلے کی ریگیں تن گتی تھیں۔ مگر اسے چودھری پر غصہ
نہ تھا بلکہ غصہ تھا پینا پر۔ وہ کیوں چودھری سے لڑا؟ کیوں اس کی
عرت مٹی میں ملا دی؟ بالنس والے سے جھگٹنے سے آسے کیا مطلب
اسے جا کر ہیرا سے کل ماجرا بیان کر دینا چاہیئے تھا، وہ جیسا مناسب
بھجتا، کرتا۔ وہ اس سے لڑنے کیوں لگتی؟ اس کی ملتی تو وہ پینا کو پڑے
میں رکھتا پینا کسی بڑے سے منہ کھول کر باتیں کرے، یہ آسے ناگوار تھا
وہ خود چینا گرم مزاج تھا پینا کو اتنا ہی زیادہ ٹھنڈا رکھنا چاہتا تھا۔ جب
بھیتا نے پندرہ روپیے میں سو داگر بیالوہ یعنی میں کو دنے والی کون تھی؟
اس نے آتے ہی پینا کا ہاتھ بکڑلیا اور گھستتا ہوا الگے جا کر لگا
لات مارنے۔ حراجادی! تو ہماری ناک کٹانے پر لگی ہوئی ہے۔ تو چھٹے
چھوٹے آدمیوں سے لڑتی بھرتی ہے۔ کس کی بگڑی نیچی ہوتی ہے بتا!
(ایک لات اور جاکر) ہم تو وہاں کیلو اکی باٹ جوہ رہے ہیں تو یہاں لڑائی
ٹھانے بھیجی ہے۔ اتنی بھیانی! آنکھ کا پانی ایسا گرگی! گھوڑ کاڑ دوں گا۔“

پُنیٰ ہاتے ہائے کرتی جاتی تھی۔ تیری مٹی اٹھے، تجھے مرگی آوے
دیں میا سمجھے یہل جائیں، بھگوان کرے تو کوڑھی ہو جاتے۔ ہاتھ پاؤں کٹ کٹ
کر گئیں۔“

اور گالیاں تو ہیرا کھڑا کھڑا استار ہائیکن یہ سچھپی گالی اسے لگ گئی
ہی صفحہ وغیرہ میں کوئی خاص تخلیق نہ تھی، اور ہمہ بخار پڑسے اُدھر ہول دئے مگر کوڑھ
یہ لگھن کی موت اور اس سے بھی لگھن کی زندگی! وہ تملا اٹھا، دانت پر تباہیا
پھر پیار پر سچھپا اور بال پکڑ کر اس کا سر زمین پر رگڑتا ہوا بولا۔“ ہاتھ پاؤں
کٹ کر گرجائیں گے تو میں سمجھے لے کر چاؤں گا؟ تو ہی میرے بال پتوں کو
پالے گی؟ اس، تو ہی اتنی بڑی گستاخی چلاسے گی؟ تو تو دوسرا بھتار (خادم)
کر کے کنارے کھڑی ہو جائے گی؟“

چودھری کو میا کی اس درگت پر رحم آگیا۔ ہیرا کو سمجھانے لگا۔ ہیرا
مہتواب جانے دو، بہت ہوا۔ کیا ہوا بہونے مجھے مارا میں تو چھوٹا نہیں
ہو گیا۔ دھینا بھاگ! کہ بھگوان نے یہ دن تو دکھایا۔“

ہیرا نے چودھری کو ڈالنا۔ تم چپ رہو چودھری، میرے گستے غستے (غستے)
میں پڑ جاؤ گے تو بُل ہو گا۔ عورت جات اسی طرح بہکتی ہے۔ آج کو تم سے رملنی
ہے، کل کو دوسروں سے رمل جائے گی۔ تم بچلے ماں ہو، بنس کر ٹھال گئے۔
دوسرا تو برداشت لئنکرے گا۔ کہیں اس نے بھی ہاتھ چلا دے
تو لکنی آبرورہ جاتے گی، اتناو!“

اس خیال نے اس کے فتنے کو سبز کا یا۔ پکا ہی تھا کہ ہوئی نے
دوڑ کر پکڑ لیا اور اُسے پیچھے ہٹاتے ہوتے بولا۔“ ارمے تو ہو گیا، دیکھ تو یا
دنیا نے کتم بڑے بھادر ہو، اب کیا اُسے پیں کر پلی جاؤ گے؟“

ہیرا اب بھی بڑے بھائی کا ادب کرتا تھا۔ براہ راست نہ لٹکتا تھا۔ چاہتا تو
ایک جھٹکے میں اپنا ہاتھ پھر ایتا مگر اتنی بے ادبی نہ کر سکا۔ چودھری کی طرف دیکھ کر
بولا ”اب کیا کھڑے تاکتے ہو؟ جا کر اپنے بالس کاٹو!“ میں نے ہی کر دی
پندرہ روپے میں طے ہے“

کہاں تو پنی بیٹھی رورہی ہے اور کہاں جھمک کر اٹھی اور اپنا سر پیٹ کر
بولی : لگادے گھر میں آگ ہگوڑے ! مجھے کیا کرنا ہے ؟ بھاگ چھوٹ
گیا کہ تجھے جیسے کانی (قصانی) کے پائے پڑی۔ لگادے گھر میں آگ !“
اس نے کلیوا کی ٹوکری وہیں چھوڑ دی اور گھر کی طرف چلی۔ ہیرا
گرجا دہاں کہاں جاتی ہے چڑیں ہیں پر ، نہیں تو گھون (خون)
پی لوں گا“

پینیا کے پیر تھم گئے۔ وہ اس ناٹک کا دوسرا کھیل نہ کھینا چاہتی
تھی، اچکے سے ٹوکری اٹھاتی اور روستے ہوتے کنوئیں کی طرف چلی۔ ہیرا
بھی تیچھے تیچھے چلا۔
ہوری نے کہا : اب پھر مار پیٹ نہ کرنا، اس سے عورت بے سر
(بے شرم) ہو جاتی ہے“

دھیناٹے دروازے پر اگر بانک لگائی تو تمہاں کھڑے کھڑے
کیا تماشا (تماشا) دیکھ رہے ہو؟ کوئی محاری ستا بھی ہے کہ یوں ہی تھا
(بینی) ادے رہتے ہو؟ اس دن اسی بہونے تھیں گھونگھٹ کی آڑ سے
دار ہی جار گئی تھی، بھول گئے؟ بہریا ہو کر پرانے مردوں سے لڑے گی
تو ڈانٹ جائے گی؟“

ہورتی دروازے پر اگر نٹ کھٹ پن کے ساتھ بولا اور جو

میں اسی طرح بچھے ماروں، تو؟ ”
 ”کیا کبھی مارا نہیں جو مارنے کی سادھیتی ہوتی ہے؟ ”
 ”اتی بے دردی سے مارتا تو ٹھہر چھوڑ کر بھاگ جاتی۔ پینا بڑی
 گلکھور (غخار) ہے۔ ”

”اوہ، ایسے ہی بڑے درد دائے ہو تم! ابھی تک مار کا داغ
 (داغ) بنا ہوا ہے۔ ہیرا مارتا ہے تو دلار تابھی ہے، تم نے تو مارنا ہی سیکھا
 ہے، دلار کرتا سیکھا، یہ نہیں۔ میں یہ ایسی ہوں کہ تمہارے ساتھ
 بننا ہووا۔ ”

اچھار ہنسنے شے، بہت اپنا بکھان نہ کر؛ تو یہ روٹھ روٹھ کر سیکے
 بھاگتی تھی جب ہمیں مُنوئی کرتا تھا تب سہیں ہماکر آتی تھی۔ ”
 جب اپنی گرج (غرض) ستاتی تھی تب منانے جلتے تھے،
 لا لا! میرے دلارے نہیں جاتے تھے۔ ”

”اسی سے تو میں سب سے تیرا بکھان کرتا ہوں۔ ”
 ”ازدواجی زندگی کی صبح میں تنا آپنے گلابی نشے کے ساتھ طلوع
 ہوتی ہے اور دل کے آسمان کو پورے طور پر اپنی سنبھری کرنوں سے
 رنگ دیتی ہے۔ پھر دو پھر کی پیش کا وقت آتا ہے، دمدم بگولے اٹھتے
 ہیں اور زمین کا پنپنے لگتی ہے۔ تنا کا شہر اپر دہ ہٹ جاتا ہے اور
 اصلیت اپنی عربی میں آگے آکھڑی ہوتی ہے، اس کے بعد آرام دہ شام
 آتی ہے سرداور سکون افزا، جب ہم تھکے ہوئے مسافروں کی طرح دن
 بھر کی مسافت کا حال کہتے اور سنتے ہیں، بے غرضانہ انداز سے، گویا ہم
 کسی اپنچھی چوٹی پر جا بیٹھے ہیں جہاں نیچے کا سور دغل ہم تک نہیں

پہنچا۔

دھینا نے تنگ کر کہا: چلو چلو، بڑے بکھان کرنے والے! جو
 افرا، ساکوئی کام بگڑ جاتے تو گردن پر سوار ہو جاتے ہو۔“
 ہوری نے سیٹھے اولہنے کے ساتھ کہا: لے اب یہی تیرا اینائے
 مجھے اچھا نہیں لگتا، دھینا بھولا سے پوچھ کر میں نے اس سے تیرے مالے
 میں کیا کہا تھا؟“

دھینا نے بات بدل کر کہا: دیکھو گوبرگا لئے کر آتی ہے کہ
 کھالی (خالی) ہاتھ؟“

”بھولا اچھا آدمی ہے، پر لڑکے بڑے کپوت ہیں۔ مجھے تو ڈر
 لگ رہا ہے کہ کہیں سبھوں نے خولی مال نہ کر دیا ہو۔“
 چودھری پسینے میں ڈوبا ہوا اگر بولا: مہتو، چل کر بانش گن وو.
 کل ٹھیلا لاؤ کر اٹھائے جاؤں گا؟“

ہوری نے بانش گئنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی، چودھری ایسا
 آدمی نہیں ہے، پھر ایک آدھ بانش اور کاث ہی لے گا تو کیا؟ روچ
 (روز) ہی تو منگنی میں بانش کٹھتے رہتے ہیں۔ بیا ہوں میں تو مانڈو بنائی
 کئے لوگ بیوں بانش کاٹ لے جلتے ہیں۔“

چودھری نے ساری سات روپیے نکال کر اس کے ہاتھ پر کہ
 دتے۔ ہوری نے گن کر کہا: اور نکالو، حساب سو ڈھانی اور ہوتے ہیں؟“
 چودھری نے رکھانی سے کہا: پندرہ روپیے میں ملے ہوتے ہیں
 کہ نہیں؟“

”پندرہ روپیے میں نہیں، میں روپیتھے میں؟“

”ہیرا مہتو نے تو تھارے سامنے پندرہ روپے کہے تھے کہو تو بلا

لاؤں یا“

”ٹلے تو میں ہی روپے میں ہوئے تھے چودھری اب تھاری جیت
ہے، جو چاہو کہو۔ ذھانی روپے ہوتے ہیں، اتم دھری دے دو۔“
مگر چودھری کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ اب اسے کس کا ڈڑھ ہو ری
کے منہ میں تو تالا پڑا ہوا تھا۔ کیا کہے، ما تھا ٹھونک کر رہ گیا۔ بس اتنا بولا
یہ اپنی بات نہیں سمجھے چودھری، دور روپے دبا کر راجا نہ ہو جاوے گے“
چودھری تند لہجے میں بولا۔ اور تم کیا بجا یوں کے تھوڑے سے
پہنچے دبا کر راجا ہو جاوے گے؟ ذھانی روپے پر اپنا ایمان بگاڑا ہے تھے
اس پر مجھے اپدیش دینے چلتے ہو۔ ابھی پر دھ کھول دوں تو سر نیچا
ہو جائے یا“

ہو ری پر میسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ چودھری تو روپے سامنے
زمیں پر رکھ کر چلتا بنا مگر وہ نیم کے پیچے بیٹھا بڑی دیر تک چھپتا تارہ۔ وہ
کتنا لاخی اور سبکی ہے، اس کا اُسے آج پتہ چلا۔ چودھری نے ذھانی
روپے دیدیتے ہوتے تو اُسے کتنی خوشی ہوتی۔ اپنی چالاکی کو سراہتا کیجیئے
بھائے ذھانی روپے مل گئے۔ ٹھوک کھا کر ہی تو ہم ہوشیاری کے
ساتھ قدم اٹھانا سکتے ہیں۔

دھنیا اندر پلی گئی، باہر آئی تو روپے زمیں پر پڑے دیکھے۔
مگن کر بولی۔ اور روپے کیا ہوتے؟ دس تھے چاہیئے؟“
ہو ری نے لمبا منہ سنا کہ کہا۔ ہیرا نے پندرہ روپے میں
دلے دیئے تو میں کیا کرتا؟“

”ہیرا پانچ روپنے میں دیدے، ہم نہیں دیتے ان داموں“
 ”وہاں مار پیٹھ اور ہی تھی، یعنی میں کیا بولتا ہے؟“

ہوری نے اپنی ہار اپنے دل میں رکھی، جیسے کوئی چوری سے
 آم توڑنے کے لئے پیڑ پر چڑھے اور گر پڑنے پر دھول جھاڑتا ہوا اللہ گھڑا
 ہو کر کہیں کوئی دیکھے شے جیت کر آپ اپنی دغا باریوں کی ٹینگ مار کتے
 ہیں، جیت میں سب کچھِ معاف ہے، مگر ہماری کی شرم تو پی جانے
 ہی کی چیز ہے۔

دھینیا شوہر کو طعنہ دینے لگی۔ اپنے مہارک موقع اُسے بہت کم
 لئے تھے۔ ہوری اس سے چالاک بغا مگر آج بازی دھینیا کے ہاتھ تھی۔
 باختہ مشکا کر بولی، کیوں نہ ہو، بجائی نے پندرہ روپے کہہ دیتے تو تم
 کیسے ٹوکتے؟ ارسے رام رام! لادلے بھائی کا دل چھوٹا ہو بنا کا نہیں۔
 پھر تسب اتنا بڑا اثر نہ ہو رہا تھا کہ لادلی بھوکے گئے پر، پھری چل رہی
 تھی تو تم بھلا کیسے بولتے؟ اس بکھت وقت، کوئی تھارا سر بس
 (سب کچھ) لوٹ لیتا تو بھی خیس (سدھ نہ ہوتی)۔

ہوری چپ چاپ سنوارا۔ جھنگلا ہٹ ہوتی افضہ آیا، خون
 کھولا، آنکھیں حلیں، دانت پیسے مانگر کچھ لولا نہیں چکے سے کداں
 لی اور کھیت گوڑنے چلا۔

دھینیا نے کداں چھین کر کہا۔ کیا الجی بسیر، کیا جو او کھوڑنے
 چلے؟ سورج دیوتا سر بر آگئے، نہانے دھونے جاؤ، رونی تیار ہے۔“

ہوری نے بھجنہا کر کہا۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔“
 دھینیا نے جلد پر نک چھڑا کا۔ ”وہاں کا ہے کو بھوک لگے گی؟ بھائی

نے بڑے بڑے لڑو کھلا دیتے ہیں نا! جگوان ایسے سپوت بھائی سب
کو دیں۔“

ہوری گلڑا، ”تو آج مار کھانے پر لگی ہوئی ہے۔“
دھینا نے نقلی عاجزی دکھا کر کہا: ”کیا کروں، تم دلار ہی اتنا کرتے
ہو کہ میرا سر پھر گیا ہے؟“
”تو گھر میں رہنے دے گی کہ نہیں؟“
”گھر تھارا، اُنک تم، میں چلا کون ہوتی ہوں تھیں گھر سے نکلتے
والی ہے۔“

ہوری آج دھینا سے کسی طرح پیش نہیں پاس کتا، اس کی عقل جیسے
کند ہو گئی ہے۔ ان مٹنز کے تیروں کو روکنے کے لئے اس کے پاس
کوئی ڈھال نہیں ہے۔ آہستہ سے کداں رکھ دی۔ اور انگوچھا لے کر ہنا نے
چلا گیا۔ لوٹا کوئی آدھ لگنے نہیں، مگر گوڑا بھی تک ن آیا تھا، ایکے کیسے کھانا
کھائے؟ لوٹا دہاں جا کر سورہا۔ بھولا کی وہ چیل چھوکری نہیں ہے جھینیا
اسی کے ساتھ ہنسی دل لگی کر رہا ہو گا۔ مل بھی تو اس کے قیچھے لگا، ہوا تھا
نہیں گلے دی تو لوٹ کیوں ن آیا؟ کیا دہاں دھرنے کے گا؟
دھینا نے کہا: ”اب کھڑے کیا ہو؟ گوہر سانجھ کو آوے گا؟“
ہوری نے اور پچھنہ کہا کہ کہیں دھینا پھر ن پچھ کہہ بیٹھے۔ کھانا
کھا کر نیم کے سایہ میں سورہا۔

رُوپا روتی ہوئی آئی سنگے بدن، ایک لنگوٹی لگاتے۔ جھپڑے بال
ادھر ادھر بکھرے ہوتے، ہوری کے سینے پر لوٹ گئی، اس کی بڑی
بہن سونا گہتی ہے۔ ”گائے آئے گی تو اس کا گوہر میں پا تھوں گی۔“ رُد پایہ نہیں

برداشت کر سکتی۔ سونا ایسی کہاں کی بڑی رانی ہے کہ سارا گور آپ پا تھے ڈالے روپا اس سے کس بات میں کم ہے؟ سوتا روٹی پکانی ہے تو کیا رتوپا برتن نہیں مانختی؟ سونا پانی لاتی ہے تو کیا روپا کنوں پر رسی نہیں سے جاتی؟ سونا لوگا سا بھر کر اٹھلاتی چلی آتی ہے، برستی سمجھت کر روپا ہی لاتی ہے۔ گور دلوں سامنے پا تھتی ہیں۔ سونا یکھت گوڑنے جاتی ہے تو کیا ردوپا بکری چرانے نہیں جاتی؟ پھر سونا ایکلے گور کیوں پاستے گی؟ یہ اینا گئے روپلیکے ہے؟
ہوری نے اس کے بھوے پن پر ریکھ کر کہا۔ نہیں گائے کا گور
تو پا تھنا، سونا گائے کے پاس جاتے تو بھگا دننا۔“
روپا نے باپ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ دودھ بھی میں ہی دوہوبل گی۔“

”ہاں ہاں تو نہ دوہبے گی تو گون دوہبے گلا ہے؟“

”وہ میری گائے ہو گی۔“

”ہاں سولہوں آنے تیری!“

تعپاخوش ہو کر اپنی جیت کا مبارک با جراہاری ہوئی سونا کو سنانے چلی گئی۔ گائے میری ہو گی۔ اس کا دودھ میں دوہوں گی، اس کا گور میں پا تھوں گی، سمجھے کچھ نہ لئے گا۔“

سونا سن میں نو عمر، جنم میں جوان اور عقل میں بچی بھنی، گویا اس کا شباب اسے آگے کھینچتا تھا اور طفیل پیچھے لے جاتی تھی۔ سمجھ باول میں اتنی ہوشیار کہ فوجان گر بجھیت عورتوں کو پڑھلسے اور کچھ باول میں اتنی الھمنگ کہ بچوں سے بھی ہیچھے۔ لمبا، روکھا مگر خوش بھرہ، بھندی تیچے کو کھینچتی ہوئی، آنکھوں میں ایک قسم کی آزادگی، نہ بالوں میں تیل، نہ آنکھوں

میں کا جل، نہ بدن پر کوئی لگنا، جیسے گرتی کے بوجھ نے شباب کو دبا کر باوتا
نہ ایسا ہو۔ سر کو ایک جھٹکا دے کر یوں: جاتو گر برپا تھے، جب تو دودھ دو د کر
رکھے گی تو میں پلی جاؤں گی۔“
”میں دودھ کی ہانڈی تائی میں بند کر کے رکھوں گی۔“

”میں تالا توڑ کر دودھ نکال لوں گی۔“
یہ کہتی ہوئی وہ باغ کی طرف چل دی۔ آم گدرا گئے تھے۔ ہوا کے
جھونکوں سے ایک آدمی میں پر گر پڑتے تھے، تو کے مارے ہوئے پچکے
اور پسلے۔ لیکن پچکے پٹکا سمجھ کر باغ میں منڈلایا کرتے تھے۔ رد پا بھی بہن
کے تیچھے ہوئی جو کام سونا کرے وہ روپا ضرور کرے گی۔ سونا کے بیاہ
کی بات چیت ہو رہی تھی۔ رد پا کے بیاہ کا گوئی چرچا نہیں کرتا، اس لئے
وہ خود اپنے بیاہ کے لئے صند کرتی ہے۔ اس کا دو لہا کیسا ہوگا۔ اور وہ
کیا لائے گا، اسے کیسے رکھے گا، اسے کیا کھلاتے گا، کیا پہلتے گا
اس کا وہ بڑا مفصل بیان کرنی ہے سنک شابید کوئی لڑکا اس سے بیاہ
کرنے پر راضی نہ ہوتا۔

شام ہو رہی تھی۔ ہوری ایسا ایسا کا گوڑنے نہ جا سکا۔ بیلوں
کو ناند میں لگایا۔ بھوسہ کھلی دی، اور ایک جلم بھر کر پینے لگا۔ اس فصل میں
سب کچھ کھلیاں میں قول دیئے پر بھی ابھی اس پر کوئی تین موکا قرض تھا
جس پر کوئی سور و پی سود کے بڑھتے جاتے تھے۔ منگرو شاہ سے آج بائیخ
برس ہوئے کیل کے لئے ساٹھ روپے لئے گئے۔ پورے ساٹھے
چکا تھا مگر ساٹھ کر ساٹھ بنے ہوتے تھے۔ داتا دین پنڈت سے تین روپے
لے کر آگلو بولتے تھے، آلو تو جو رکھو دے گئے اور اس میں کے ان تین بریوں

میں ہو گئے تھے۔ دلاری یوہ سیٹھان تھی جو گاؤں میں نمک، تیل، تماکہ کی دوکان رکھے ہوئے تھی۔ ٹوارے کے وقت اس سے چالیں روپتے ہے کہ جایلوں کو دینا پڑا تھا۔ اس کے بھی تقریباً سور روپتے ہو گئے تھے کیونکہ ایک آنے والے پیشہ سود تھا۔ لگان ہی کے ابھی پہیں روپتے باقی پڑتے ہوئے تھے اور دہرہ کے دن شگون کے روپیوں کا بھی کوئی بندوبست کرنا تھا۔ گاؤں کے روپتے بڑے موقع سے مل گئے۔ شگون کا منہ محل ہو جائیکا لیکن کون جانتے؟ یہاں تو ایک دھیلا بھی ہاتھ میں آجائے تو گاؤں میں اس خور پُر جاتا ہے اور لینے والے چاروں طرف سے لوچھے لکھتے ہیں۔ یہ پارچ روپتے تو وہ شگون میں دے گا، چاہتے کچھ ہو جائے۔ مگر ابھی زندگی کے بڑے بڑے کام تو سر پر سوار ہیں، اگر اور سونا کا بیاہ بہت ہاتھ روکنے پر بھی تین سو سے کم نہ اٹھیں گے۔ یہ تین سو کس کے گھر سے آئیں گے؟ کتنا چاہتا ہے کہ کسی کے ایک پسے ادھار شنے اور جس کا آتا ہے اس کی پانی پانی چکا دے مگر ہر طرح کی تکمیلت اٹھانے پر بھی گلا نہیں چھوٹتا۔ اسی طرح سود بڑھتا جائے گا۔ اور ایک دن اس کا سب گھر بار بار سلام ہو جاتے گا، تو اس کے بال پکے بے سہارا ہو کر مانگتے پھریں گے۔ ہوری جب کام دھندا ہے سے چھٹی پاکر چشم پسے گلتا ہے تو یہ فکر ایک سیاہ دیوار کی طرح اسے چاروں طرف سے چھیر لیتی تھی جس میں نے تکل جانے کی اسے کوئی رہا نہ سوچتی تھی۔ اگر دھیرج مختا تو یہی کہ یہ بتا تھا اس کے سر زندگی، بلکہ عجوماً سب سی کا نوں کا ہی حال تھا۔ ہوتوں کی حالت تو اس سی بھی بدتر تھی۔ سوچا اور ہر اک بذریعے ابھی کل تین سال ہوتے تھے مگر دونوں پر پار چار سو کا بارہ ہو گیا تھا

جنینگر دول کی کھنچتی کرتا ہے، اس پر ایک ہزار سے کچھ زیادہ ہے جیا دن، مہتوں کے گھر بھکاری بھی نہیں پاتا مگر قرمنے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہاں پچاکون ہے؟

یک ایک سو نا اور روپا دونوں دوڑی ہوئی آئیں اور ایک ساتھ لوں بھیسا گلتے لارہے ہیں۔ آگے آگے گاتے ہو چکے پیچے بھیسا ہیں۔ پہلے روپا نے گوبر کو آتے ہوئے دیکھا تھا، یہ خبر سننے کی سرفوٹی اسے مٹنی چاہیئے تھی۔ سوتا برابر کی ساجھے دار ہوتی جاتی ہے، یہ اسے کیسے سہا جاتے؟

اس نے آگے بڑھ کر کہا: پہلے میں نے دیکھا تھا بتی دوڑی، بہن نے تو پیچے سے دیکھا؟

سو نا اس دعویٰ کو تسلیم نہ کر سکی بولی: تو نے بھیا کو کہاں پہچانا تو تو کہتی تھی کہ کوئی گاتے بھائی اور ہی ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ بھیا ہیں۔

دونوں پھر باغ کی طرف دوڑیں، گاتے کا خیر مقدم کرنے کے لئے۔

دھینا اور ہوری دونوں گاتے باندھنے کی تدبیر کرنے لگے۔ ہوری بولا: چلو جلدی سے ناند گاڑوں۔

دھینا کے چہرے پر شباب چک اٹھا تھا، بولی: بہن، پہلے تھالی میں نکوڑا آتا اور گڑ گھول کر رکھدیں۔ بچاری دھوپ میں چلی ہو گی، پسای ہو گی۔ تم جا کر ناند گاڑوں میں گھولتی ہوں۔

کہیں ایک گھنٹی پڑی تھی، اسے ڈھونڈ دے۔ گاتے کے سفلے